



مکمل ناول

تیسرا حصہ

میرِ اجنت

محمد ساجد

”ایک آئیڈل بائیں کرنا ہے“ بڑے دنوں بعد  
اُس کے فون پر دو رنگ ٹون کی گئی تھی کہ جس رنگ ٹون کے  
بچے کا شکر وہ انتہائی اہم میسجز میں بھی رہتا تھا۔ رات کو  
سوچے وقت اس کی خواہش ہوتی کہ ابھی وہ ابھی فون بچے  
اور وہ بھی مخصوص رنگ ٹون ہو۔ ویلے ہوز وہ بلاناغہ اپ لوڈ  
کر رہی تھی۔۔۔۔۔ کام میں بھی قدرے بہتری آئی تھی۔۔۔۔۔  
وہ لائن پکڑ رہی تھی اور بخت لائن سے ہٹا جا رہا تھا۔ ذرا

دروہ اس پیغام پر نظریں جمائے بیٹھا رہا۔  
”کیو۔۔۔۔۔ ا“  
”کھانے میں تم لوگ ٹور کے دوران کیا دیتے ہو؟“  
”کڑا ہی۔۔۔۔۔ کبھی تو رہے۔۔۔۔۔ کبھی بریانی۔۔۔۔۔  
چائے کے ساتھ اسٹیکس وغیرہ۔“  
”میں سوچ رہی تھی کہ اگر میں تمہارے کسی ٹور  
کے لیے اسٹیکس یا سیٹوچ بنا دوں اور جن ڈیوں میں وہ

76 ماہنامہ مہیا کپڑہ۔ فروری 2023ء





ایک ہوں ان پر میرا بڑا فیروغ میرے پروگرام کا نام انسٹا، فلو اور یوٹیوب کی Ids آپ ہو تو میرے خیال میں یہ ایک پریکٹیکل آغاز نہ ہوگا۔ اس کا دانش آپ سچ آیا تھا۔

”ارے واہ۔۔۔ یہ تو کمال آئیڈیا ہے۔“ اسے جج میں اچھا لگا۔

”تمہاری کہنی کی ایڈورٹائزنگ بھی کروں گی اپنی ویڈیو میں۔۔۔“ اس نے grinning فیس والا اموتی بھیجا۔

”جی، جی آپ کا یوٹیوب چینل تو جیسے 10M کراس کر چکا ہوں۔“ اس نے ایک ایرو چڑھاتا اموتی بھیجا۔

”کر لو پھر۔۔۔ جی بھر کر اڑا لو مذاق۔۔۔ تم دیکھنا تو صحیح 10M کیا میرا چینل 20M بھی کرے گا۔ اور

بخت نے وہ پیغام دوبارہ پڑھا۔ آپ کو اس پیغام سے ”کچھ کر دکھانے“ کی لگن محسوس نہیں ہوئی کیا؟

☆☆☆

”سر آپ نے لکچ نہیں کرنا؟“ بیون نے بلا مبالغہ کوئی تیسری بار اس سے پوچھا تھا۔ پہلی دو بار تو اس نے معمول سمجھا مگر اب اس نے گہری سانس بھر کر بیون کو دیکھا۔

”برکت صاحب۔۔۔ کیا بات ہے؟“ وہ کرسی سے ٹپک لگائے دلوں ہاتھوں میں غنجل گھماتے ہوئے تیز لگا ہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

”وہ صاحب جی۔۔۔ آپ کے گھر سے خصوصی تاکید ہے کہ لکچ آپ کو نام پر سرور کر دیا جائے۔“

”گھر سے تاکید آئی ہے؟ کیوں؟“ وہ حیران ہوا۔

”وہ جی، لکچ آج آپ کے گھر سے آیا ہے۔“

”گھر سے آیا ہے۔“ اس کی حیرت اور بھی بڑھی۔

”اچھا لاؤ۔“ اور اس نے اپنی حیرت کو بڑھنے نہ دیا۔ یہ سوچ کر کہ شاید بابا نے بیجا ہو۔۔۔ قسمت سے تمیز سے کوئی۔۔۔ اچھی شے پک گئی ہوگی۔ وہ اٹھ کر فریش ہونے چلا گیا۔ اور جب آیا تو کھانا اس کی نچل پر

ماہنامہ پاکیزہ۔ فروری 2023ء

سرو کیا جا چکا تھا۔

”اتنا اہتمام کیوں۔۔۔؟“ وہ چٹا فیس۔ اب کے اسے چپ چڑھی۔ نچل پر فورس، چاول، کباب اور فرنی کی ڈشز لگی ہوئی تھیں۔

”اتنی فضول خرچی۔۔۔ کس کی بات آئی ہے جو یوں اہتمام کیا گیا ہے۔“ تپے ہوئے مول کے ساتھ اس نے گھر کا نمبر ملایا۔ نمبر ملاتے، ملاتے ایک دم اس کے ہاتھ رکے تھے۔ کھانے کے ساتھ اک کارڈ بھی تھا۔ اس نے فون داپس رکھا۔ آگے ہو کر کارڈ اٹھایا، کھولا۔

”thank you for being in my life.“ ایک سٹری وہ تحریر۔ اسے بگھنے میں ہالک بھی دیر نہیں لگی تھی۔ وہ اداسی جانب سے تھی۔ مگر کیوں؟

”تو کیا۔۔۔؟“ اوہ۔۔۔ اور اس کے لب مسکرا دیے۔ وہ چند لمحوں اپنے سامنے کی چیزوں کو دیکھتا رہا اور پھر سر جھٹک کر فیس دیا۔ اس نے سیل فون اٹھایا مگر اب کے وہ اداس نمبر مل رہا تھا۔

”کھانا تو کھا لیتے؟“ ہوانے چھوٹے ہی کہا تھا۔ اور وہ توجہ لگا کر فیس دیا۔

”تو میرے ٹیس میں تمہارا تجربہ کون ہے؟“

”جس میں کیا لگتا ہے کہ مجھے کسی خبر کی ضرورت ہے۔ میرے خود کے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں۔“

اس کے لہجے کی ٹھنک کسی کے دل میں ٹپکی تھی۔

”واٹ ڈو یو مین۔۔۔؟ آریو میٹر۔۔۔؟“ وہ بولتے ہوئے اٹھ کر دروازے تک گیا۔ اس کا ہاتھ اب پینڈل پر تھا۔

”جس میں کیا لگتا ہے کہ تمہارا بیون اتنا ہی سکڑ ہے کہ یوں کھانا سرور کرتا۔“ اس بات پر مڑ کر اس نے میز کو دیکھا۔ اور فون بند کر دیا۔ برکت جج میں اتنا سکڑ نہ تھا کہ یوں میز پر ہوتا۔

اس نے دروازہ کھولا اور سامنے وہ تھی۔ سیاہ لباس میں لمبے، مسکراتے ہوئے ہونٹ، خوشی سے چمکتا

چہرہ۔ ذرا سی کیفیوز بھی۔ اس کی آنکھوں کے سیاہ جنگل میں جیسے بہار کا موسم اتر اڑا تھا۔ اور بخت عذر لڑتی

اس کے لہجے میں جیسے کچھ کالج سا ترنڈا۔  
"کیا آر لڈا؟" اور کو خود پر سوال سے باز رکھنے  
کے لیے اس نے فوراً ہی گھٹو کارن موڑ دیا۔

اور ادا کا چہرہ ایک بار پھر ٹیوب لائٹ بن گیا۔  
"ایک سالگرہ کے اسٹیکس کا آرڈر ہے۔ وہ جو  
تھیں بنا کر دیے تھے ہاں نور کے لیے۔ انہی میں  
سے ایک صاحب ہیں جنہوں نے کیا ہے۔ دیکھو بخت میرا  
آئینہ یا کام کر گیا۔ ان اسٹیکس کی ویڈیو بناتے وقت  
بطور خاص میں نے یہ بات باقی لائٹ بھی کر یہ اسٹیکل  
آرڈر ایک ٹریڈنگ کمپنی کی طرف سے ہے، اور سب  
سے پلس پوائنٹ یہ باکرم نے گاڑی میں میرے جیل  
کی ویڈیو چلائی۔ ڈانڈ تو آگے ہی میرے ہاتھ میں تھا  
اور یوں انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا۔ میں بہت خوش  
ہوں۔" وہ مسکرا کر اس کی بات سننے کے ساتھ کھانا بھی  
کھا رہا تھا۔

"بمقام ڈے پر وہ صرف اسٹیکس ہی تو نہیں دیں  
گے ہاں، تم ان کو ٹرائل کے طور پر دو تین آئلز اور چیک  
کرنا۔ مجھے امید ہے پھر تمہارے پاس صرف  
اسٹیکس کا آرڈر ہی نہیں رہے گا۔"

"پوائنٹ۔ میں کہوں گی اُن سے۔"

"مارکینگ وہ شے ہے اور جس سے لوگ اپنا  
گدھا بھی گھوڑا بنا کر بیچتے ہیں، میں تم سے یہ نہیں کہہ رہا  
کہ تم کسی گدھے کو گھوڑا بنانا be genuine مگر یہ  
چیز تو سیکھنی پڑے گی کہ ایک کھانٹ آپ کے لیے  
beneficial ہو سکتا ہے۔ سو اس کی جیب کا  
آخری ٹکا بھی تمہاری جیب میں ہونا چاہیے۔ یہ سی  
بزنس ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ اگلے ہندے کی گردن پر  
چھری پھیر دوں۔" اس نے کھانے سے ہاتھ روک  
کر ڈرا۔ تھا سے لہجے میں کہا۔

"نہ۔۔۔۔۔ اہم اپنی سرسوز اور معیار کے لحاظ سے  
چارچ کرتے ہیں جب چھری پھیرنا ہوتا ہے کہ جب آپ  
سورہ پے میں کام دو نئے کارکن آئی سمجھ۔۔۔۔۔؟"

ماہنامہ پاکیزہ۔ فروری 2023ء (79)

.... نے اس کے لیے اپنے دل کو دھڑکنے بھی بند دیا۔  
ایک ہیٹ جس ہوتی تھی۔ وہ بھی مس کرنے نہ دی۔  
"ویکم مارام۔" مسکراتے ہوئے اس نے اندر  
آنے کے لیے راستہ دیا۔

"یہ کچھ کسی بہت سی اچھی جگہ پر بھی ہو سکتا  
تھا۔۔۔۔۔" اس کے پیچھے دروازہ بند کرتے ہوئے وہ بولا۔  
"میرے ہاتھ کا تو نہ ہوتا اور۔۔۔۔۔ کرسی پر بیٹھ  
جاؤں؟ پھر کر لینا اسٹریٹس۔۔۔۔۔" وہ بدحوہ کیا ہوئی چہرے  
کی روشنی یوں مائع ہوئی جیسے کسی ٹیوب لائٹ کی انرٹی  
ڈاؤن ہو گئی ہو۔

"آفس ہے، یہاں نہیں آنا چاہیے تھا ناں۔" وہ  
اپنی کرسی سنبھالتے ہوئے بولا۔

"اچھا اب موڈ کا ستیا ناں تو نہ کرو۔۔۔۔۔ تا یا ابو سے  
بچ کر آئی ہوں۔۔۔۔۔" اور وہ یوں ہاتھ اٹھا کر وہ  
کیا جیسے ان دونوں کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

"کوئی آرڈر ملتا ہے ناں۔۔۔۔۔؟" چاول پلیٹ میں  
ٹکالتے ہوئے اس نے اس قدر عام انداز میں پوچھا کہ  
ادرا مل کر رہ گئی تھی۔

"oh I spoiled you  
surprise...right ایک لمحے کے لیے رک کر  
اس نے اس انداز سے کہا کہ مقابل آرام سے ڈرا، ڈرا سا  
تھلا جائے۔"

ادا کے کندھے اٹھک گئے، چہرہ لٹک گیا۔  
"Bakht is ther — any thing on  
earth that can surprise you?"  
وہ دونوں ہاتھ سر پر رکھے، ڈرا سا آگے ہو کر نہایت سی  
بچاؤ کی سے بولی تھی۔ اس سوال پر اس کا منہ تنک جانا  
ہاتھ یکاقت رکا۔ اس نے ترنت نظر اٹھا کر اسے  
دیکھا۔۔۔۔۔ اور پھر ایک دم بچھڑ کر وہ اٹھلا پڑا۔

"مگر مسئلہ یہ ہے کہ وہ شے زمین پر ہے سی  
جیس۔۔۔۔۔ وہ آسمانوں سے اترتی ہے اور جب کبھی وہ  
مجھے حیران کرنے کے لیے آسمانوں سے اتری۔۔۔۔۔ جس میں  
ضرور بتاؤں گا۔۔۔۔۔ جس میں نہیں تو پھر کسے بتاؤں گا۔"



جس اور منزل کھو جاتی ہے۔ تم نے میری زندگی کو ایک سمت دی۔ نئی جہت عطا کی۔ تمہاری اہمیت میرے لیے تمہارے چاہنے کے باوجود کم نہیں ہو سکتی۔ تم میرا لٹری دایرپ ہرست ہو۔ مسکراتی آنکھوں کے ساتھ وہ جس طرح بولی تھی۔ بخت کمل کر فیس دیا تھا۔

"ایویں بیرونہ بناؤ مجھے۔" اس نے بات ازانی چاہی۔

"وہ تو تم ہی ہو۔ تمہارے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔" وہ بھی ہن کرندی تھی۔ بخت نے اسے دیکھا۔

"آہ ادا عبد المانک! ہم تمہارے ہوئے بھی تو کیا۔ لٹری دایرپ ہرست۔" اور وہ فیس دیا۔

"کیوں نہیں۔؟"

"بیر و میرے جیسے ہوتے ہیں کیا؟"

"نہیں تو اور ان کے سر پر سینگ نکلے ہوتے ہیں کیا؟" اور اب کہ وہ دونوں نہیں تھے۔

☆☆☆

کوئی آئیڈیا، کوئی خیال اس طرح سے ہوا نہیں ہوتا کہ جس طرح سے آپ نے اسے سوچا ہوتا ہے۔ وقت، حالات اور قسمت اسے کچھ سے کچھ بنا دیتے ہیں۔ اس نے سوچا کہ مارکیٹ میں آنے کے لیے سوشل میڈیا سے نام کیوں بنایا جائے۔ کیوں نہ کچھ نام بنا کر سوشل میڈیا پر آیا جائے اس کے لیے اسے مارکیٹ میں exposure چاہیے تھا اور یہ ایکسپوزر اسے بخت کی ٹریولنگ کمپنی نے دیا تھا اور اس پر تجویز دے میں پھر ادا کے بنائے گئے اسٹیکس ہی نہیں گئے تھے۔ اس نے کلائٹ کو تین اور آٹلو پر منالیا تھا اور ان آٹلو کا فیڈ بیک بہت اچھا رہا تھا۔ ادا نے اس آرڈر کو پوری طرح سے کور کیا تھا۔ بنانے سے لے کر ڈیلیوری تک اور چونکہ اس پر تجویز دے پرانے سے کرسی اس کو بھی الوائنٹ کیا تھا تو اس نے چند مہمانوں کی رائے لیتے ہوئے ویڈیو بنائی۔ اچھے، برے جیسے بھی تبصرے تھے اس نے ہر سٹ کیے۔ اور نتیجتاً اسے چھوٹے، چھوٹے آرڈر ز ملنا شروع ہو گئے۔

"آگنی۔ کلائٹ جب مجھ سے مل کر کھائے تو

اس کی جیب میں بس گھر جانے تک کا کر ایہ ہو۔"

"وہ بھی کیوں ہوا؟" وہ ترنت بولا۔ ادا نے ایک دہن نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر وہ دونوں ہنس دیے تھے۔

"thanks for the lunch"

"ٹھیکس کیا! اب مجھے کچھ ہی نہیں آیا کہ تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں۔ سوچ مجھے آتا تھا۔ میں نے وہ ہی کیا۔" وہ کتنی خیل پر نکائے فٹوڑی ہاتھ پر رکھے بولی۔

"سچی بات مجھے اس کے چہرے سے نظریں ہٹانی ہوگی۔" اس نے سوچا۔

"چائے لوگی یا کافی۔؟" کھا: وہ ختم کر چکے تھے۔

"چائے۔۔۔ بخت نے فون اٹھا کر چائے کا کہا۔

"آج تم سے اتنی positive vibes آرہی ہیں کہ انہی میرے تک آرہی ہے۔"

"اور یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ تم۔"

"نہیں ادا۔" اس نے یقین بات کافی۔ ہاتھ میں ہاتھ پھنسائے۔ اس نے کہاں بھیڑ کی سگ پر گھس۔

"یہ کوئی اور نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ یہ ہمیشہ آپ ہوتے ہیں۔ ہم خود ہوتے ہیں جو یہ کرتے ہیں۔ کس بات

اندھ کے "جن" کو جگانے کی ہوتی ہے۔ اور یہ جن بھی ناکامی ہوتی ہے، کبھی احساس محرومی، کبھی فصد اور کبھی دکھ، درد۔۔۔۔۔ کوئی واقعہ، کسی کی کمی بات، کسی کا ساتھ یہ

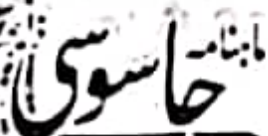
سب تو ہمیں راہ دکھانے کے لیے ہوتا ہے۔ یہ سب ہمارے سفر کی سڑک پر گئے وہ Indicators ہیں جو ہمیں سیدھے راستے پر رکھ کر منزل تک پہنچاتے ہیں

اور بس۔۔۔۔۔ سطر طے ہمارے خود کے پاؤں ہی کرتے ہیں۔ سو یہ تم خود ہی ہو۔ میں یا کوئی اور نہیں۔"

اور ادا عبد المانک نے زندگی میں پہلی مرتبہ وہ چہرہ بے حد غور سے دیکھا۔

"خود کو کھن میں سے پال کی طرح مت ٹالو بخت۔۔۔۔۔ اچانکے ہونا ٹیکٹرز کو صحیح طریقے سے road نہ کیا جائے تو بھیا تک حادثے ہو جاتے ہیں۔ سمت کا معلوم نہ ہو تو پاؤں سطر سے زیادہ suffar کرتے

ماہنامہ پاکیزہ۔ فروری 2023ء



فروری 2023ء

ہماری گرفت

وہی ظہورِ نبیؐ

## زهرا! تریاق

مہدئی کے محل کھاتے راستوں پر بے محبت موسم  
میں محبت کی ادھوری بات کرتے عمران کی گھنٹیاں  
**ظاہر جاوید مغل کی پرمحبت داستان**

## شعله زن

یہی کتابت حروف میں ڈھتی لڑکی کی  
دروازہ کد و استبان حیات  
دوبینہ و شید کے قلم کی ماد و کری

**فيلسوف**

دنیا مجھ پر کرتی ہے کہ ان پر تو میں کر لوٹ چو۔ ایک ایسے ہی  
نوجوان کی کوچہ گری۔ دوستی اس کے لیے خالی کھیل کے  
مستحق۔ حسام بھٹ کے قلم سے نئی سلسلہ وار کہانی۔

سازمانی

**پبلارنگ**

ماہوس لمحوں کی بجلی مار کر بیٹھے کرداروں  
کی ٹکٹش۔۔۔ سرورق کی تیکس کہانی

## دوسرا رنگ

وطن اور محبت پر اُلجھنے والے  
واقعات سے گندھی پر اثر تحریر

**جٹی لکے جٹی**

آپ کے تجربے... مشورے... محبتیں...  
 شکایتیں... اور نئی نئی دلچسپ باتیں... کھائیں

وہ پہلی میزمری پر پاؤں رکھ چکی تھی..... اب اسے اوپر ہی توڑ دینا تھا۔

☆☆☆

مغرب کی نماز ادا کر کے وہ جائے نماز = کمرہ عیسیٰ جی  
 کراس کا فون ساکھٹ پر ہونے کی وجہ سے بانگ کرنے  
 لگا..... جائے نماز ایک طرف دکھ کراس نے فون اٹھایا۔  
 "السلام علیکم تبارک اللہ۔۔۔۔۔"

”وہیکم السلام۔ کیسی ہے میری جی۔“

”میں بالکل ٹھیک تھا کہ الحمد للہ۔۔۔ آپ کیسے ہیں؟“

”شکر ہے اللہ کا ہم تو آج ہی بھول گئی ہونے لگی۔“

"جایا ایہ..... کس بی بی ہو گئی ہوں؟"

”کل بنی ہو؟“

”آگے“

"بخت کی ماں کی برسی ہے۔ کھانا تو میں بخا  
لوں گا۔۔۔۔۔ پر میں چادر ہاتھاکہ تم آکر سب دیکھ لیتیں تو  
مجھے سہولت رہتی۔"

”میں آج اوس کی تاپا ابو بلکہ تارا کو بھی لے آؤں گی۔۔۔۔۔ اس میں کون سی بڑی بات ہے۔۔۔۔۔“ وہ ہنستا رہا۔  
 کے ایک دم بولی گئی۔

”جیسی سو—میں آجاء۔۔۔ بخت ہوتا تو مجھے  
 چاہیے کہنے کی لوبت نہ آتی۔۔۔“

"کہیں گیا ہے وہ؟" اے حیرت ہوئی۔  
 "میں نے تو نہیں۔ مگر مجھے نہیں پتا کہ کس کا۔"

سچ کوئی اہم پیشہ ہے اس کی۔۔۔ "تاپا ابو کے لہجے میں  
سے خنک محسوس ہوئی۔۔۔ محمد قوال نے بھی اداکار محمد کو

کہہ کر مزید ان کا دل خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔

آپ کے لیے کیا ہے۔ آپ کیسے پریشان ہوتے ہیں۔ "انہیں

”تمہاری ذات کے کچھ پیلو اس قدر اچھے ہوئے

money کوئی مینگ ہے۔ تم کوئی

ماہنامہ پاکیزہ - فروری 2023ء



"جی کج....." تارا بکن کی طرف چلی گئی اور وہ بابا کے کمرے کی طرف۔

"اسلام ملیم....."

"وہ ملیم اسلام..... جلدی نہیں آگئے تم؟"

"آپ نے ادا کو بلایا ہے۔ کیوں بابا؟" ان کے حلقہ کو نظر انداز کر کے اس نے خفا سے انداز میں پوچھا۔  
"تو اور کون یہ سب دیکھتا؟" وہ الٹا بڑے۔

"آپ تو یوں بات کر رہے ہیں جیسے کڑوا دھڑ پر باوام ادا صاحب کے بغیر کوئی کام نہیں چلتا۔" وہ تپ کر رو گیا تھا۔

"اچھا لھیک ہے۔ اسے نہ بلواتا اور اتنا کھانا جو آرڈر کیا وہ سب ضائع جاتا یا پھر تم اپنے بوڑھے باپ سے یہ توقع کرتے ہو کہ وہ یہ سب سنبھال کر لے گا؟" سرد لہجہ یہ ہار کرانے کے لیے کافی تھا کہ آخر انہیں قصہ کس بات کا تھا۔

"بابا، میں نے کہا تھا آپ سے کہ میں جلد آ جاؤں گا تو۔" اور انہوں نے کچھ کہا نہیں بس وال کھاک پر اک نظر ڈالی تھی۔ اور اس نے ایک گہری سانس بھر کر گردن نیچے کوڑھلائی۔ زانو پر دونوں ہاتھ پھیرتے ہوئے اک اور غصہ سی سانس بھری۔

"قائن..... میں تو زالیٹ ہو گیا مگر....."

"تھوڑا؟" ایدہ اچھا کر پوچھا گیا۔

"اٹھا کبر۔" اب کے اس نے سر پیچھے کو گرایا۔

"بابا..... اڈا سا آگے ہو کر ان کے ٹخنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔" میں جلدی آتا یا دیر سے..... میں کر لیتا ہوں..... مجھ پر یقین تو رکھتے..... آپ نے باحق

ان دونوں کو تکلیف دی۔ she has her own life baba اسے یوں تنگ نہ کریں۔ اس کا اپنا کام ہوتا ہے اور اس طرح روز بروز.....

"پل اوئے۔" انگریز دی اولاد..... if she

has her own life, then I have a

right on her life...don't I have?

تنگ نہ کریں..... آیا بیلا۔" اس کی نقل اتار کر کہتے

ڈوبے اسے یقین بخت کا وہ تعارف یاد آیا جس سے اسے ولید نے حعارف کروایا تھا۔

"گا۔" آج پہلی بار میں نے تم میں اس بخت کی جھک دیکھی جسے میں ولید اور تالی کے ذریعے سے جانتی تھی۔ اس کے دل کو کچھ ہوا۔ اس کی آنکھیں کسی سوچ کی گہرائی پہنچ گئیں۔

"لیکن بخت....." وہ اٹھی..... کمر کی کھولی۔

"میرے دل میں یہ یقین موجود ہے کہ تم وہ نہیں ہو سکتے جو میں نے جنہیں سمجھا..... مگر وہ رانی کہاں ہے کہ جس کا پھاڑنا؟ کیا ہے؟ وہ بھی بھی یا پھر....." اور سوچ اپنا جال آنکھوں سے باہر..... ذہن تک پھیلائے جا رہی تھی۔

☆☆☆

"تمہیں یاد پانی پانا....." تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر بیٹھے ہوئے دونوں بازو دائیں بائیں صوفے پر پھیلائے سرے پر گرا کر اس نے آنکھیں بند کی۔ چند لمحوں بعد اسے نچل پر گلاس رکھنے کی آواز آئی۔ سیدھا ہو کر گلاس اٹھا چاہا تو..... ہاتھ لٹخا میں ہی رک گیا۔

"تم..... کب آئیں.....؟" وہ اک دم سیدھا ہوا جملہ کھل کر کے اس نے گلاس اٹھا لیا۔

"صبح سے..... کھانا کھاؤ گے؟"

"نہیں بس ایک کپ چائے لوں گا۔" لیٹر تھریز سے کہہ دو.....

"اچھا....." کہہ کر وہ مڑ گئی۔ بخت نے ایک پل اسے جاتے دیکھا۔

"اسلام ملیم بخت بھائی....." تارا کی آواز پر اس نے نگاہ بدلی۔

"وہ ملیم اسلام..... تم بھی آئی ہو....."

"تایا ابو نے بلایا تھا..... آج بیٹی آئی کی بری ہے ناں....."

"ہم....." بابا کہاں ہیں؟

"ابھی اپنے کمرے میں گئے ہیں....."

"اچھا..... ذرا بکن میں پیغام دے دو..... میری

چائے ادا کے کمرے میں پہنچا دیں....."

”جی ہاں۔۔۔“ اس نے آگے چلتے ہوئے عبدالرزاق کو آواز دی۔ انہوں نے پلٹ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”بخت اپنی امی سے بہت اچھا تھا کیا۔۔۔؟“

”کون سا بچہ اپنی ماں کے ساتھ ایچ نہیں ہوتا۔۔۔ وہ عام بچوں سے بہت مختلف بچہ تھا۔۔۔ وہ تو غیر معمولی حد تک اپنی ماں کے قریب تھا۔۔۔ کبھی اس کی دنیا میں سے شروع ہو کر میں پر ہی ختم ہوتی تھی۔ اس نے یوں اسے اپنے آپ میں سمیٹ رکھا تھا کہ ماں کے ہٹاؤ ایسا تھا جیسے خام سونا۔۔۔ کوئی صورت، کوئی ڈھیر، بن ہی نہ پائے۔ اور اس کے پاس ماں ہی تو تھی۔ بہت اچھا تھا اتنا کہ یہ جو کچھ بھی آج ہے۔ اپنی ماں کی وجہ سے ہے۔ صرف میرے پر ہی ہوتا تو شاید یوں کامیاب نہ ہوتا۔۔۔“ اس کے چلتے قدم اس جواب پر اک دھڑک گئے۔۔۔ اس نے پھر سے مڑ کر اسے دیکھا۔

اور اب وہ زرا سا جھک کر قہر پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔

”ہاں اور تارا کو مر گئے۔۔۔؟“ گاڑی سمیت وہ دونوں عاجز تھے۔ جب وہ قبرستان سے باہر آیا تو وہاں صرف ادھی۔

”تمہارے کال آگئی تھی۔۔۔ من کے کوئی دہریہ دوست آئے ہیں گھر پر کافی عرصے بعد۔۔۔ جنہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا تو برا کوئے کر چلے گئے۔“

”جنہیں بھی لے جاتے۔ اب کہاں میرے ساتھ لوکل میں دھکے کھاؤ گی۔۔۔“

”کہا تھا تارا ابونے۔۔۔ میں نے کہا تم پریشان ہو گے ہمیں۔ پا کر۔۔۔ سو رک گئی۔“

”میں فون کر لیتا یار۔۔۔“

”اچھا کیا ہو سکتا ہے اب۔۔۔“ وہ اسے کہہ نہیں سکتی تھی کہ تمہاری فکر ہو رہی تھی۔

”چلو۔۔۔ اب یہاں سے پیدل چلنا پڑے گا۔۔۔“

”من سے ٹیکسی لے لی۔۔۔“ سڑک کے دونوں اطراف درختوں سے گھرے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے زرد ہو رہے تھے یوں کہ آدھے بڑے، آدھے زرد۔۔۔ اسی سرنگی

ماہنامہ پاکیزہ۔ فروری 2023ء (83)

ہوئے عبدالرزاق نے اس کا ہاتھ جھٹک کر پھیرے کیا۔ وہ ایک دم ہلکا سا ہلکا بنے تھے۔ اور ہاں کھڑی ادا نہیں دی تھی۔

”ایکسکوز می۔۔۔!“ اس نے سر اندر کر کے کہا۔

”آپ دونوں کی باتیں سنتے ہوئے یہ چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے، میں دوبارہ بنا کر لاتی ہوں۔ اور میں نے کہا آپ نے تارا ابونے۔۔۔ آپ کا حق ہے مجھ پر۔ اور بخت بھی، سچی اپنے اور گرد کے لوگوں پر ادا دہی کر کے دیکھ لیتے ہیں۔ من کی مدد لینے سے کسی کا قدم چھو نہیں ہو جاتا۔“ اتنا کہہ کر وہ چائے بنانے چلی گئی اور بخت۔ اس نے ایک نظر جاتی ادا پڑائی اور دوسری باپ پر۔

”you desi people“ اس نے سرگرا کر یوں ہلایا جیسے کہتا ہو کہ کچھ نہیں ہو سکتا آپ لوگوں کا۔ اور عبدالرزاق ہنس دیے۔

”ہاں ہیں، ہم دیکھی لوگ اور ہم ایسے ہی خوش ہیں۔“

”قبرستان کب جانا ہے؟“ بخت اٹھتے ہوئے بولا۔

”چائے پی لو تو پھر چلتے ہیں۔۔۔“

”کیا بارہ بخت کی ماں کی قبر پر آئی تھی۔ فاتحہ پڑھ کر بے ساختہ اس نے بخت کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر کچھ صوفیانہ، کچھ کھوجنا چاہا مگر وہ ویسا ہی پرسکون تھا۔

”بخت، ہارشوں سے تمام قبروں کی مٹی بہہ گئی ہے۔۔۔“

”تم نکال کر مٹی تو ڈالو اور۔۔۔“ عبدالرزاق نے اسے جی طلب کیا۔

”جی بہتر۔۔۔“ وہ بولا تو آواز بھاری تھی۔ ادا نے ہلکا سا ارادہ اسے دیکھا۔

”گھر چلیں اب تارا ابونے۔۔۔“ تارا کے کہنے پر بخت نے مڑ کر اسے دیکھا۔

”گاڑی میں بیٹھیں آپ لوگ میں آتا ہوں۔“ اور قبرستان سے باہر نکلتے ہوئے ادا نے پلٹ کر ایک نظر اسے دیکھا۔ وہ وہیں قبر کے نزدیک چنٹ کو ٹکٹنوں سے پکڑ کر زرا سا اوپر اٹھاتے ہوئے۔ جنوں کے ٹپ جیٹا تھا۔ ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پھنسائے، ہونٹوں سے لگائے، سر جھکائے وہ اتنا مفہوم رکھتا تھا کہ ادا کے دل کو ہاتھ پڑا۔



ابھرتا۔ اور میری ماں مجھے ایسا تو ہرگز نہیں دیکھتا چاہتی تھی۔ سو میں ہر اس شے سے دور ہو گیا جو مجھے کمزور کرتی۔ اور دیکھو۔ آج میری ماں ہوتی تو میری پشت پر ایک ہتھکی تو ضرور دیتی۔ اس کے چہرے پر ایک سوگاری مسکراہٹ ابھرتی اور ادا اس سے ٹھہرنے ہٹا لگی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟"  
"دیکھ رہی ہوں کہ ہم کتنے جینٹل لوگ ہیں ہیں۔ مجھے جب آج کے دن گھر پر تمہاری غیر موجودگی کا معلوم ہوا تو میں نے سوچا کہ تم ایک اچھے بیٹے نہیں ہو۔"

"ہاں، آج کے دن میں چھٹی کرتا، گھر پر بھرے ہوئے پیٹوں والے لوگوں کو بلوا کر کھانا کھاتا، خود چاہے ایک سپارہ بھی نہ پڑھا مگر انتظامات کے پیکر میں لوگوں سے ضرور پڑھواتا۔ جو پڑھتے کم، بولتے زیادہ ہاں تب میں ایک اچھا بیٹا ہوتا۔ جس میں معلوم ہے یہ سب کرنا مجھے کیسا لگتا ہے۔" اس کے لہجے میں کٹ گئی۔  
"کیسا؟"

"sort of celebration" بخت نے کہا۔  
"میری ماں کو تو میرے ہر اچھے عمل کا ثواب باواؤں کے پینے گا۔ تو پھر یہ سب کیوں؟ میں کسی خیم خانے میں کھانا کھجوں آج کے دن یا سال کے کسی بھی دن۔ قرآن پڑھوں، کسی کے ساتھ نیکی کروں۔ آج کے دن یا سال کے کسی بھی دن اس کا ثواب ویسے ہی پہنچتا ہے۔ نیک اولاد صدقہ چاہیے ہے۔ تو پھر خاص اس دن یہ سب کرنے کی وجہ؟ کسی کی موت کو بھی بھڑا مٹایا جاتا ہے۔"

اور وہ چپ کی چپ رہ گئی۔  
"بابا کو یہ سب کر کے سکون ملتا ہے تو بس میں منع نہیں کرتا گو کہ میں اس دن سے خوف زدہ رہتا ہوں۔ پر اس کا آنا تو ملے ہوتا ہے تو میرا دل کرتا ہے جب یہ دن آئے تو خفک اسی دن میں ایک اور کامیابی حاصل کروں۔ میں لاشعوری طور پر سارا سال آج کے دن کے لیے محنت کرتا ہوں اور معلوم ہے آج مجھے کیا ملا۔؟"

سڑک پر وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے، نیوی بلیو شرٹ کے ساتھ خاکی نیرو ڈریس پینٹ پہنے، ایک ہاتھ جیب میں ڈالے۔ ڈراست رولڈر سے چٹا تھا۔ یوں ہی سر جو کائے، چلتے، چلتے راہ میں آنے والے کسی پتھر کو ٹھوکر سے اڑا دیتا۔

"ادا اس ہو۔؟" ادا کے پچھنے پر اس نے ہلکے گہری سانس بھر کر سر اٹھایا۔

"سارا سال میں اس ایک تاریخ سے خوف زدہ رہتا ہوں، میرا دل کرتا ہے کہ میں سو کر اٹھوں تو مجھے معلوم ہو کہ یہ دن تو آیا ہی نہیں۔"

ادا نے یلخت رک کر اسے دیکھا۔

"اوہ۔۔۔ تو وہ بے حسی نہیں تھی۔۔۔ فرار تھا۔۔۔" اور بخت عبدالرحمن کے ہارے میں آخری بدگمانی بھی ختم ہو گئی۔ اس کے رکنے پر بخت نے سڑک سے دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"ایک بات ہم چھوں بخت۔؟"

"ہم چھو۔۔۔" وہ پھر سے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

"بائی نے تمہارا بیچ خاندان بھر میں تلا portary کیوں کیا؟"

"تو تمہیں معلوم ہو گیا کہ وہ تلا تھا۔۔۔ اس کے چہرے کو دیکھ کر وہ آج کے دن کی پہلی مسکراہٹ مسکرایا۔  
"اب بھی نہ موتا۔۔۔" وہ جیسے شرمندہ ہوئی۔

"insecurity" وہ بولا۔ "ایک عورت جس نے ملک بن کر راج کیا، ہوا اور ایک دن آپ اسے بتائیں کہ تمہارے تخت کا شراکت دار آگیا ہے تو وہ اور کیا کرے گی؟" اس نے ٹھوکر سے ننگر اڑایا۔

"لیکن یہ تلا تھا۔"

"ان کو نہیں لگتا تھا۔"

"تم گھر سے دور بھی اسی وجہ سے رہے۔۔۔"

"ہاں، میری ماں یہ بات بہت پہلے ہی سمجھ گئی تھیں۔ انہوں نے مجھے بورڈنگ میں کیوں بھیجا۔۔۔ یہ مجھے ان کی وفات کے بعد سمجھ آیا۔ میں اگر اس گھر میں رہتا۔۔۔ تو ایک کمزور، احساس کتری کا مارا بچہ بن کر

## غزل

یہ ڈھی جگر نہ جانے کیوں دیتا نہیں بھلانے  
تقدیر غمیری مفارقت دل آج بھی نہ مانے  
دشمن، اداہیں، دلج، و غم یہ تنہا کی  
آیا تھا زندگی میں تو وہ مقدم میرا بنانے  
آنسوؤں کی قباب پر رات راتیں تھی تیری یاد  
بن بلائے ہی آگئی تھی وہ دل بٹے کوڑا لائے  
تیری دل لگی اور میری دل کی تکی تھی شاید  
یاد تیری لے آئی مجھے بھی آج بیٹانے  
آنسوؤں سے ڈوب جائیں تھی بستیاں راحت  
ہر شے ہی رو پڑے جو نہیں داساں سنانے  
لب کے سہل مٹ جائیں ہم، بے توافقت بھی  
مبارک ہو نیا سال تجھے اور ترے نئے پارانے  
شاعرہ: راحت وقاصی لکھنؤ

کروا ہے۔ اس کے حصے کے کاغذات اسے میل  
کروا دینا۔ ضرورت ہوئی تو آکر خود ہی لے لے گا  
کاغذات۔۔۔ ان کے کہنے پر بخت نے ہاتھ روک کر  
اٹھل دیکھا۔

"میرے حصے میں کیا آیا ہے؟" وہ نہایت عینکی  
نگاہ سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس سوال پر عبدالرازق نے  
سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"جو میں نے مناسب سمجھا۔۔۔" ان کا لہجہ۔۔۔  
بلک تھا۔

"بابا۔۔۔" اس کے کندھے اٹھک گئے۔  
"آپ انصاف کریں گے۔ کوئی بے انصافی  
ہوئی تو میں خود وہ چیز اسے لے کر فرار کروں گا۔"

"جو کچھ اس نے کیا ہے۔ اس سب کے باوجود  
تم۔۔۔ میرے باپ نہ ہو۔۔۔" وہ فحشے میں آ گئے۔

"اس سب کا وراثت کے حصے سے کوئی لینا دینا  
نہیں۔۔۔ یہ اس کا ایک ذاتی فعل تھا۔ وہ آپ کا بیٹا ہے  
اوساتے سال اسی نے آپ کو سنبھالا۔ ساتھ دیا۔"

ماہنامہ پاکیزہ۔ فروری 2023ء (85)

"کیا۔۔۔؟" ادا کو حیرت ہوئی۔

بخت رک کر میں اس کے سامنے کھڑا ہوا۔  
دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے، اس کے چہرے کو دیکھتے  
ہوئے وہ انجھائی دل کشی سے مسکرایا۔

"میں نے نور کپنی کے لیے اپنی گاڑی خرید لی  
ہے۔" اور جب اس کا دایاں ہاتھ جیب سے باہر آیا تو  
اس میں ایک چابی تھی۔

"بخت۔۔۔" ادا کا منہ کھل گیا۔ بے ساختہ اس  
نے دونوں ہاتھ گالوں پر رکھے۔ اس خبر پر اس کی  
آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

"ماں کو بتا کر آیا ہوں۔" ہنک سے سانس اٹھ  
کھینچتے ہوئے، اس کی آواز کیلی تھی۔ اس کے حلق کو کسی  
شے نے بے دردی سے کاٹا اور آنسو ادا کی آنکھ سے گرا۔

"تم جیسا بیٹا ہر ماں کا نہیں ہوتا بخت۔۔۔ تم واقعی  
میں اپنی ماں کا بخت ہو۔۔۔" وہ بولی تو آواز لرز رہی تھی۔

"کاش امی ہوتیں۔۔۔" جھکا ہوا سراٹھا کر دور  
کہیں دیکھتے ہوئے اس نے اس حسرت سے کہا کہ ادا

کی سسکی بے قابو ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں سے چہرے کو  
دھانپ کر آنکھیں صاف کرتے ہوئے ادا نے خود کو

کپڑوں کرنا چاہا تھا اور وہ۔۔۔ جیبوں میں ہاتھ ڈالے دور  
کہیں دیکھتے ہوئے لب بھینچے ہوئے تھا۔

"کوئی ٹیسی گزری ہی نہیں۔۔۔" ادا نے خود کو اور  
اسے اس لمحے سے نکالنا چاہا۔

"بس میں روڈ توڑی ہی دور ہے۔۔۔" اور پھر  
سے وہ ساتھ، ساتھ چلنے لگے۔ ان کے پاس سے دو

تین ٹیکسیاں گزری تھیں۔ وہ دونوں ہی یوں انجان بنے  
کہ جیسے معلوم نہ ہو اور ان دونوں نے ہی ایک دوسرے

سے اپنے یا احساسات چھپائے تھے۔  
☆☆☆

عبدالرزاق شام میں ان دونوں کو گھر چھوڑ آئے  
تھے۔۔۔ تار انے صبح کالج جانا تھا وہ وہ رہ جاتی۔ اور

اب وہ دونوں باپ، بیٹا انکر رہے تھے۔  
"میں نے ولید اور تمہارا پر اپنی شیرازگ، انگ



"کبھی کبھار فون آجاتا ہے اس کا۔"

"پھر۔"

"نیشنل میں سے اسے صرف میرا حصہ ملے گا۔ وہ بھی تب تک کا جب تک تم نے اسے نہیں سنبھالا۔ وہ کیا یہ گھر تو اس میں بھی تمہارے باپ کا حصہ ہے۔ یہ آہائی گھر ہے ہمارا۔ عبد المالك کو اس کا حصہ دے کر لے لیا تھا یہ گھر میں نے۔ عبد الرحمن کا حصہ ابھی رہتا ہے۔"

"جو بھی حصہ بنتا ہے وہ مجھے دے کر آپ یہ گھر دے دیں اسے۔"

"نہیں۔۔۔۔۔ اب کی بار یہ نہیں ہوگا۔"

"تو۔۔۔۔۔؟" وہ الجھا۔

"تم میرے حصے کی رقم مجھے ادا کرو گے۔ اب کی بار تم میرا حصہ خریدو گے اور عبد المالك کا حصہ میں جسے پسند کر دوں گا۔ یہ گھر کہیں نہیں جائے گا۔"

"بابا۔" انداز بے بسی لیے ہوئے تھا۔

"بخت۔۔۔۔۔ ادا کو طلاق دے کر اس نے اپنی ماں کا بدلہ لیا ہے۔ میں جانتا ہوں، اس نے مجھے تکلیف پہنچائی مگر وہ میری اولاد ہے۔ میں اسے تکلیف نہیں پہنچا سکتا مگر میں اسے یہ ضرور ہار کر اؤں گا کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے کیا شے کھوئی۔ خلیل، خاندان بخت وہ جیسی زندگی مینا چاہتا ہے جیسے شادی کر لی ہیں اس نے۔۔۔۔۔ ابھی بات ہے اور اب اللہ اسے اس کے جیسی ہی اولاد دے۔" ان کے بچے کے دکھ نے بخت کو اندر تک کاٹ دیا تھا۔

"تمہیں۔۔۔۔۔ انہوں نے آواز دی۔

"افٹالو یار کھانا۔ اب دل ہی نہیں رہا۔" مست انداز میں کہتے ہوئے وہ اٹھ کر لاؤنج میں طے گئے۔

بخت نے ایک نظر اپنی پلیٹ کو دیکھا اور پرے کھسکا دی۔ وہ کھانا پلیٹ میں پھوڑنے کا عادی نہیں تھا پر اب اس کا دل بخت دکھا تھا۔

"تمہیں برتن اٹھا کر بابا کے لیے قیود اور میرے لیے چائے لے آنا۔" یہ کہہ کر وہ ان کے پیچھے گیا

"مخلص اپنے قلم کے لیے۔ اور یہ بھی اس کا ذاتی فضل ہی ہے کہ وہ پاکستان آئے۔ اپنی ماں کی قبر پر تو جائے پر ادب و عزت کی شکل دیکھنے تک کار و ادار نہ ہو۔" اس بات پر بخت نے ان کا چہرہ دیکھا۔

"کس نے بتایا آپ کو؟"

"جسہیں لگتا ہے کہ سارے شہر کی خبریں تمہارے پاس ہی ہیں۔۔۔۔۔ مجھے تو اس دن کا معلوم ہے کہ جس دن اس نے اتر پورٹ پر قدم رکھا تھا۔" اور بخت کے ذہن میں ایک دم کلک ہوا۔ عبد المالك۔ اس کے چچا سول ایوی ایشن کے ملازم رہے تھے سوان کے تعلقات اب بھی اس ادارے میں موجود تھے۔

"اور تم کیوں اتنے اچھے بن رہے ہو؟" اب کے انہوں نے طعنے کہا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں سہادی عمر ولید اور اس کی ماں نے خاندان بخت میں جو وحشت و راجا۔۔۔۔۔ میں اسے کچھ ثابت کر دوں۔۔۔۔۔ اور وہ آپ کی اولاد ہے۔ میں چاہے جو بھی ہوں۔۔۔۔۔ ہوں تو آپ کا بھتیجا ہی ہوں۔ میرے والد کا جو کچھ بنتا ہے۔ وہ آپ ضرور دیں مجھے۔ مگر میں آپ سے کچھ لینا نہیں چاہتا۔ وہ ولید کا ہے۔ آپ میرے اور اس کے لیے ایسے مسائل پیدا نہ کریں کہ ہم دونوں ہی مستقبل میں کورٹ کی کچھریوں کے دھکے کھاتے پھریں۔۔۔۔۔ honestly میرے پاس اس سب کے لیے وقت نہیں۔ اور یہ دیکھیں۔" اس نے اپنے دونوں ہاتھ ان کے سامنے کیے۔

"ہاتھ سلامت ہیں میرے۔ کدھے تو انا ہیں۔۔۔۔۔ میں خود کما سکتا ہوں۔۔۔۔۔ آپ کیوں وہ کام کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے عمر بھر کے لیے آپ اس کی شکل کوترستے رہیں۔۔۔۔۔ وہ بیٹا ہے آپ کا۔"

"اس نے تو پھر بزنس مانگا ہے دے دوں کیا؟" چند لمحوں کے خاموش رہ کر وہ کہہ لے دیں۔

"اس نے مانگا ہے۔؟" وہ شاکت ہوا۔

"ہوں۔"

"کب۔؟"



کے بارے میں رائے بھلا کیونکر قائم کی جاسکتی ہے۔ ہم کسی کے بارے میں اتنے گمانوں سے سوچتے ہی نہیں۔ ہم مترجم گمانیں پال لیتے ہیں اور پھر خود کو اس میں حق بہانہ بھی سمجھتے ہیں۔ what a pity! اس نے جیسے خود کا استہزاء ایسا اڑایا۔

”تمہارے اور میرے حالات میں کس قدر فرق ہے۔ تم نے بنگالپ کے پرورش پائی پھر ماں نہ رہی اور پھر ولید اور جانی۔ لیکن پھر بھی تمہاری شخصیت میں کئی ڈھونڈنے سے ملے گی۔ تم کس قدر سنبلے ہوئے line up, head, strong ہو اور میں جس نے ایک کھل گھر، ماں اور باپ کے زیر سایہ نہایت موافق حالات میں زندگی کی تمام تر سہولتوں کے ساتھ پرورش پائی مگر میری شخصیت کس قدر بوسہ کی رہی۔“ اولیٰ نے سوچا۔

”بخت عبدالرحمن۔۔۔ میں تمہارے معیار تک نہیں پہنچ سکتی۔ تمہاری شخصیت کی عمر کی کوئیس پاسکتی۔ تم ایک نہایت ہی مبذب اور اپنے جیسے شریک حیات کے لائق ہو۔ تم میرے جیسے خالی دل، خالی ذہن عورت کے لائق نہیں۔ گو کہ مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ گو کہ تم بحیثیت شریک حیات ایک بہترین انتخاب ہو لیکن نہیں بخت عبدالرحمن۔ اب کی بار میں تمہیں زندگی سے ایک اور بھگوتا کرنے پر مجبور نہیں کروں گی۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ لیکن میں خود کو جو کہی طرح تمہاری زندگی پر لاؤ نہیں سکتی۔ تمہارا یہ ہی احسان بہت ہے۔ کب تک تم دوسروں کے بھگیمان بھرتے رہو گے۔ کب تک؟ سو۔۔۔۔۔ ادا عبدالمالک! وہ ایک گہری سانس بھر کر کرسی سے اٹھی۔

”It's the time“

کھڑکی کے سامنے دونوں بازو سینے پر باندھے۔ اس کے جڑے بھینچے ہوئے تھے، ابروؤں کے درمیان دو بل نمایاں تھے۔ سختی سے ہونٹ بند کیے مگر سر اٹھا ہوا ہاں اس کی آنکھ نم تھی۔ اور وہ یوں دکھتی جیسے اس بھرتانے والی کمی سے وہ شدید غمزدہ ہو۔

☆☆☆

تھا۔ ان کے پاس بیٹھے ہوئے، اس نے اپنا بازو ان کے کندھے پر پھیلا دیا۔  
”یار بابا۔۔۔ اتنی اچھی خبر سنانے والا تھا میں آپ کو کہ۔۔۔“ اور اس نے بات ادھوری چھوڑی۔  
”کیا۔۔۔؟“ انہوں نے سر اس کے بازو سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

”اپنی نور کہنی کے لیے گاڑی خرید لی ہے میں نے۔“ (اس سے پہلے وہ رست پر گاڑی لیتا تھا) اور وہ ایک دم سیدھے ہوئے۔ اس کا چہرہ دیکھا اور پھر دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے اس کا ہاتھ چوم لیا تھا۔  
”اللہ مبارک کرے، برکت دے۔“ اور بخت نے مسکرا کر ذرا سا جھک کر ان کا ہاتھ اٹھا کر چوم لیا۔  
ان دونوں کا تعلق۔۔۔ اس قدر گہرا اور اس قدر مضبوط تھا کہ کوئی دوسرا رشتہ اس گہرائی کو پاٹ نہیں سکتا۔ ولید عبدالرازق بھی نہیں۔

☆☆☆

یہ اسی دن کی رات تھی۔ کھڑکی کے بند شیشے کے پار سارے عالم پر چھائی ہوئی۔ رات ٹنک تھی۔ چار کب کی سوچیں گی اور باوجود ایک معروف دن کے اسے خند نہیں آ رہی تھی۔ کرسی پر بیٹھی، شال کی بکسل مارے، دونوں پاؤں اوپر کیے۔ وہ کرسی کی بیک پر سر ٹکائے ہوئے تھی۔ اس کا دل اداس تھا۔ سستے قریب سے دیکھا تھا ہاں۔۔۔۔۔ آج ادا کو اندازہ ہوا اپنی ذات کے گرد و پیر میں کھڑی کرنے والا وہ خود نہیں تھا۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جب سے یہ رشتے والی بات چلی تھی اس کا آنا ذرا زیادہ ہوا تھا۔ وہ اب بھی ویسا تھا۔ ضرورت سے کوئی بات کی نہیں تو خاموش۔ بابا نے کچھ پوچھا نہایت تیز سے جواب دیا۔ کوئی بحث ہے تو ایک آدھ بات کرے گا۔ وہ آج بھی کل مل جانے والی شخصیت نہیں تھا لیکن جب کیا لگتا تھا۔ روز، کوئلہ، بے پروا نفس۔۔۔۔۔ لوگوں کو جانے دینا ہم سستے آرام سے اور سستے یقین سے ان کے بارے میں رائے قائم کر لیتے ہیں۔ ہم یہ کیسے کر سکتے ہیں بھلا؟ کسی کے حالات و واقعات کو نظر میں رکھتے بغیر کسی



"the right time" اور جرات ادا کرنے سے

آخر میں سوچتی تھی وہ بخت کی پہلی سوچ تھی۔

☆☆☆

آج کی صبح بہت بوجھل تھی۔ وہ حساب معمول کپڑا تھا۔ مگر آج اس جانے کے لیے کی جانے والی تیاری میں وہ بات نہیں تھی۔ اس کے کندھے ڈھلکے ہوئے تھے۔ ہاتھ سست پڑے تھے۔ اور آج تیار ہوتے ہوئے اس نے حساب معمول تہیز کو آواز بھی نہیں دی۔

"تہیز..... ناشا وقت پر مل جانا چاہیے۔"

"بخت بھائی! آپ کس دن میری جہ سے لیت ہوئے ہیں؟" تہیز کی ہنسی ہوئی آواز آئی۔ باوجود اس کے وہ معمول کی یہ تہیز کرنا نہیں بھولتا تھا۔

اس نے آئینے میں خود کو دیکھا۔ اس کے ملحق سے کچھ نیچے اترتا دکھائی دیا۔ اس کے جڑے بھیج گئے۔ ماتھے پر دو ٹیل لٹایاں ہوئے۔ لائٹ گرے ڈریس شرٹ کے ساتھ، اراک گرے نیو ڈریس پنٹ پنے شرٹ کے ہم رنگ ڈارک گرے اس والی ہائی لگائے، بنا جرابوں کے سوکیشن پنے وہ ایک بھر ہار مرد تھا۔ خود کو دیکھتے ہوئے وہ ایک دم دونوں ہاتھ ڈریسنگ ٹیبل کے کناروں پر رکھ کر جھکا۔ چند لمحوں آگلیس بند کر کے نہ جانے وہ کس شے کو ضبط کرتا رہا۔ جب سیدھا ہوا تو وہ اضطرابی کیفیت کسی حد تک قابو میں آ چکی تھی اور پھر اس نے اپنا سیل فون اٹھایا تھا۔

☆☆☆

رات کو دہرے سونے کی جہ سے وہ صبح بھی دہرے سے اٹھ سکی تھی۔ سازھے دس ہو رہے تھے، تارا کان جا بھکی تھی۔ کرے کے باہر ایک سکوت چھایا ہوا تھا۔ ایسا ہی سکوت اسے خود پر، اپنی ذات پر، اپنے دل پر چھایا ہوا محسوس ہوا۔ منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے اس تاثر کو ذرا اٹھ کرنا چاہا۔ اپنے لیے ٹھکرائے ہالوں کو جوڑے کی شکل میں چھٹی ہوئی وہ بستر سے اتری۔ نیچے پاؤں چل کر کمر کی تک آئی۔ پڑے بناتے ہوئے اس نے کمر کی کھولی۔ وہ ایک چمکیلی،

"It, s the time"

دونوں ہاتھ سر کے پیچھے باندھے، وہ پشت کے بل بیڈ پر یوں لیٹا تھا کہ آدھا جسم اوپر ناگلیں نیچے تھیں۔ جوتے تک نہیں اتارے اور وہ چھت کو پلک جھپکائے بنا ٹکٹا رہا۔

"باوجود شدید خواہش کے، باوجود اس کے کہ تم سے پہلے اور تم سے بعد کوئی اور تم سا نہ ہوگا۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔ جانتا ہوں کہ تم سے اعہار کروں تو تم انکار نہیں کرو گی۔ مگر میں تمہیں زیر بار نہیں کرنا چاہتا۔ ایسے تعلق خراج کی حد میں تھوڑی باندھے جاتے ہیں۔ آخر میں تمہیں اس حالت میں لاؤں گی کیوں۔ جہاں تمہیں لگے کہ ہاں میں اپنی زندگی دے کر بخت عبد الرحمن کا احسان اتار سکتی ہوں۔ پر ادا عبد الماک تمہاری زندگی ہی تو نہیں چاہیے دل چاہیے۔ محبت لے گی کیا؟ سمجھتا نہیں چاہیے روح کا بندھن چاہیے۔ ہو پائے گا کیا؟ نہیں۔ یہ آزمائش ہے اور ایسی کڑی آزمائش میں کیوں جتا کروں تمہیں؟ بخت عبد الرحمن کا کیا ہے۔ اس کے تو بخت میں ہی یہ لکھا ہے۔ لی جاؤ۔ برداشت کرو۔ صبر کرو۔ سو تم پر بھی صبر کر لیا جائے گا۔ پر ادا عبد الماک..... ایک بات میں شدت سے تمہیں مانا چاہتا ہوں۔ میرے علاوہ اور کون شخص ہوگا کہ جس نے تمہاری پرسکون زندگی کی خواہش کی۔ تمہیں خوش دیکنا چاہا۔ یہ خوشی تمہیں میرے ساتھ میں ملتی ہوئی تو کیا تم کہہ نہیں دیتیں؟ جاؤ ادا عبد الماک۔ میں نے تمہیں اپنی محبت سے آزاد کیا۔ اڑو اور آسمان چھو لو کہ میں واحد شخص کہ جس کی آنکھیں تمہیں آسمان کو چھونا دیکنا چاہتی ہیں۔ میں صرف تمہیں خوش دیکنا چاہتا ہوں۔" بخت نے سوچا۔

"بخت عبد الرحمن....." اس نے ایک غم، گہری بوجھل سانس اٹھ کر کہی۔ "تو تمہیں کسی کو ڈھونڈنا ہوگا۔ کسی ایسے کو جو تم سے محبت کرے۔ ایسی شریکو حیات جسے تمہاری چاہ سے غرض نہ ہو۔ and it, s

ماہنامہ پاکیزہ۔ فروری 2023ء



نے فون اٹھایا۔۔۔ سو اب کیا۔۔۔ پٹرن لگایا۔۔۔ واپس  
ایمپ چیٹ کھولی اور آگے بخت کا بیٹا م موجود تھا۔  
"It's the time Ada...."  
اور اس کا دل دھک کر کے رو گیا۔

☆ ☆ ☆

دن کے بعد شام معمول کی طرح بر گھر میں اتری تھی۔  
عبدالملک کے گھر پر بھی اور عبدالرزاق کے گھر پر بھی۔  
بخت اور عبدالرزاق لاؤنج میں بیٹھے فی وی  
اسکرین پر ٹھہرے بجائے فٹ بال میچ دیکھ رہے تھے۔  
سامنے میز پر ڈرائی فروٹ ٹرے رکھی ہوئی تھی۔ بخت  
نے آگے جھک کر چند ٹش ٹش میں اٹھائے۔ انہیں  
چھاکتے ہوئے اس نے ایک ٹھہر عبدالرزاق کو دیکھا۔ وہ  
موبائل پر کسی سے چیٹ کر رہے تھے۔ دنا فوٹا ٹیک  
کے اوپر سے ایک ٹھہر LED پر بھی ڈال لیتے اور کوئی نہ  
کوئی جملہ داغ دیتے۔

عبدالملک کے گھر میں شام کے کھانے کی تیاری  
کی جا رہی تھی۔ ادا اور اس کی ماں کچن میں تھیں۔ ادا  
روٹیاں تیل ری تھی اور وہ سیکنڈی جا رہی تھیں۔ اس نے سنی  
دفعہ ماں کا چہرہ دیکھا۔ حلق تر کیا۔ ذرا سا کھنکھار کر  
گھاسا ف کیا۔ مگر پھر جب ماں کے چہرے کو دیکھتی تو  
ساری ہمت ہوا ہو جاتی۔

دوسری طرف بخت کا منہ چل رہا تھا۔ اس کی  
ٹھہر اسکرین پر مگر داغ کھیں اور تانے بانے بن رہا  
تھا۔ ڈاک لے کے لیے۔ اس کا چہرہ تڑکا۔ اس  
کی آنکھوں کی پتلیاں ذرا دیر کو ساکت ہوئیں اور پھر اس  
نے ہاتھ بڑھا کر ریوٹ اٹھایا۔ والیوم کم کیا۔

"ہا۔۔۔"

"ہوں۔۔۔" وہ متوجہ ہوئے۔

"وہ قاضی صاحب ہیں نا اپنے۔۔۔؟" وہ کہہ

رہا تھا۔

اس کی ماں تو سے روئی اور کرہاٹ پاٹ  
میں رکھنے کو مزی۔۔۔ ماں کی پشت کو دیکھتے ہوئے اس  
نے جلدی، جلدی سے ذہن میں جسے ترتیب دیے لیکن

ماہنامہ پاکیزہ۔۔۔ فروری 2023ء۔ 89

منبری دھوپ والا دن تھا۔۔۔ آنکھیں بند کیے، چہرہ ذرا  
سا اوپر اٹھائے اس نے سورج کی پیش کو چہرے پر محسوس  
کرنا چاہا۔۔۔ چند لمبے وہ یوں ہی آنکھیں بند کیے کھڑی  
رہی۔۔۔ پر پیش تو چہرے پر پڑتی نہیں تھی۔ وہ کہیں  
اور جا پڑتی تھی۔ بچا رگی سے آنکھیں کھول کر اس نے  
کندھا کھڑکی سے نکایا۔

"یہ so hard والی لکھتو کیوں آ رہی  
ہیں۔۔۔" وہ جن احساسات کا شکار نہیں ہونا چاہ رہی تھی۔  
لچک وہی احساسات اس پر حاوی ہو رہے تھے۔ پر یہ تو  
طے تھا، اہل تھا، یہ تو کرنا ہی تھا۔۔۔ نہ کیے بنا بھلا کیا  
چارہ تھا؟ بڑے بوجھل دل کے ساتھ وہ کھڑکی سے  
ہٹتی۔ فون اٹھاتے ہوئے ہاتھ جیسے شل ہو رہے تھے۔  
"اگر ولید سے شادی ایک غلطی تھی تو کہیں بخت سے  
انکار فاش قطعی نہ بن جائے۔۔۔" اس ایک دم آنے والی  
سوچ سے اس کے حلق میں سے کچھ نیچا ترتا محسوس ہوا۔  
"اس جیسا کوئی طے لگا کیا؟"

اور اس کے ہاتھ کپکپائے۔

"اس جیسی عزت۔۔۔ اس جیسا ہن کوئی دے پائے  
گا کیا۔۔۔" ابھی تو ایک زندگی پڑی تھی۔ دل پر اس قدر  
شدید ضرب پڑی کہ بے ساختہ اس نے آنکھیں میچ لیں۔

"محبت؟ محبت کسے چاہیے زندگی سے اب۔۔۔؟  
عزت سے جینا ہے اب تو۔۔۔ اس داغ کے ساتھ جو۔۔۔  
بے قصور ہوتے ہوئے بھی ماتھے پر داغ دیا گیا۔۔۔" دل کو  
جیسے کسی نے دو انگلیوں میں مسلاتھا۔

"اور بخت کے علاوہ کوئی اور ایسا مل گیا تو یقیناً میں  
بخت آ رہی ہوں گی۔۔۔ اور میں۔۔۔ میں اتنی بخت آور  
ہوتی تو ولید یوں مجھے رسوا کرتا؟" ہونٹ لرز رہے تھے،  
ناک ضبط کی جگہ سے سرخ ہو رہی تھی۔ آنکھوں میں  
جیسے مریچیں سی بھر گئی تھیں۔ دل کی اتنی ساری  
temptation پر داغ کا ایک فیملہ بھاری رہا۔

وہ خود فرض نہیں تھی۔۔۔ وہ چاہ کر بھی اس حالت  
سے باہر نہیں نکل پا رہی تھی۔ پر یہ تو کرنا ہی تھا۔۔۔ نہ  
کیے بنا کیا چارہ تھا بھلا؟ بڑے بھاری دل کے ساتھ اس



لحیک وقت پر لالہ کام کیے جائیں۔۔۔ اور اگر اس کا دل  
”مجھ پر“ راضی نہیں تو پلیز اس کو مجبور نہ کریں۔۔۔ اسے اپنی  
زندگی بیٹے دیں۔۔۔ ضروری تو نہیں جسے چاہا جائے۔۔۔  
اسے اپنا یا بھی جائے۔۔۔ ”پر سکون انداز، وہی شخصہ  
سکراہٹ وہ پھر چپ ہو گئے۔

”میں تو یہ سمجھنے لگا تھا کہ تم دونوں میں ابھی خاصی  
انڈر اسٹینڈنگ ہو گئی ہے تو۔۔۔“ وہ الجھے۔  
”وہ تو ہے۔۔۔“ ”بڑا اعتراف ہوا۔  
”پھر۔۔۔“

”یار۔۔۔“ ”وہ ہنس دیا۔

”انڈر اسٹینڈنگ کیا بابا۔۔۔ بہت ابھی دوست  
ہے وہ میری۔۔۔ پر پھر بھی ان دونوں باتوں کا مطلب یہ  
کہیں سے بھی نہیں لگتا کہ جس سے دوستی ہو، ابھی انڈر  
اسٹینڈنگ ہو اس سے شادی بھی کر لی جائے۔۔۔“  
”بخت تم مجھے الجھا رہے ہو۔۔۔“ وہ واقعی سمجھ نہیں  
پارہے تھے۔

”بابا۔۔۔ اگر آپ اس ساری بات کو شروع سے  
دیکھیں تو انہیں گے نہیں۔۔۔ پہلے میرا پروپوزل دیا۔۔۔  
اس نے انکار کیا۔۔۔ پھر وہاں سے کہا گیا۔ (وہ ولید سے  
انتقام والی بات گول کر گیا) اور پھر وقت مانگا گیا آپ کو  
اس سب میں کیا منطق نظر آرہی ہے؟ وہ اس رشتے پر  
راضی نہیں۔۔۔ یہ اس کی Impulsive حرکات سے  
صاف نظر آرہا ہے۔۔۔ وہ وہاں سے ہے۔ اس کے ساتھ  
پہلے جو ہوا۔۔۔ وہ کم نہیں ہے بابا! وہ کس لڑکا، کس کیفیت  
سے گزری ہے اس کا تصور اس اندازہ تو کریں اور پھر اسی  
فحص کے بھائی کے ساتھ تھی ہو کر اسی گھر میں زندگی  
گزارنا۔۔۔ آسان نہیں ہے۔ کم از کم اس جیسی لڑکی  
کے لیے تو بالکل بھی نہیں۔۔۔ میں اسے پسند کرتا  
ہوں۔۔۔ اسی لیے میں اس کے ساتھ یہ علم نہیں کرتا  
چاہتا۔۔۔ آپ لوگ بھی خدا را یہ مت کریں۔ کیا خدا  
نے آپ لوگوں کو اس کا بخت دکھا دیا؟ کہ جس کا خاص  
صرف بخت عبدالرحمن ہی ہے۔۔۔ یہ دنیا اچھے لوگوں  
سے خالی ہو گئی۔ کیا؟ کرہ ارض پر کوئی ایک شخص تو۔۔۔

جیسے ہی امی مڑیں۔۔۔ سارے جلے گڑھ ہو گئے۔۔۔ تڑ  
ہتر ہو گئے۔۔۔ ادا کے کندھے اٹھک گئے اور اس نے  
ایک گہری سانس بھر کر جیسے ہار مانی تھی۔۔۔ اسے امی کا  
متوقع قبول قرار ہوا تھا۔

اور ادھر عبدالرزاق کہہ رہے تھے۔

”بھئی کیا ہوا قاضی صاحب کو۔۔۔“

”ہاں۔۔۔“ (وہ لیگل ایڈوائزر تھے ان کی کہنی  
کے۔) ”موہاں کو ساڈ پر رکھتے ہوئے وہ پارے کے  
پارے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

”ان کی بیٹی سے ملے ہیں آپ کبھی؟“

”شاید ملا ہوں مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو۔۔۔؟“

”میں ملا ہوں۔۔۔ لا پڑا رہی ہے اور پھر اکثر  
قاضی صاحب کے آفس میں آتی جاتی رہتی ہے۔“  
”تو۔۔۔؟“ ”وہ ابھی تک بات کا سرا پڑ نہیں پائے تھے۔

”I am interested in her“ اس

نے اتنے آرام اور عام انداز سے کہا تھا کہ عبدالرزاق کو  
لگا نہیں سننے میں غلطی ہوئی۔

”کیا کہا تم نے؟“ ”اک جھٹکے سے انہوں نے  
صوفے سے لگائی ہوئی ٹیک چھوڑی۔

”یہ ہی کہ ابھی لڑکی ہے، ذرا ہٹا کر دائیں اس کا۔۔۔“

”بخت۔۔۔“ ”لہجہ میں حیرانی (+) جمع دکھائی تھی۔

”بابا۔۔۔“ اس نے رसान سے کہتے ہوئے ان

کے کھٹنے پر ہاتھ رکھا۔

”اگر یہ ہی کرنا تھا تو اس کا اتنا وقت کیوں ضائع

کیا؟“ ”وہ سخت دنگی ہوئے۔

”وقت اس نے مانگا تھا۔۔۔ اگر آپ کو یاد ہو

تو۔۔۔؟“

اور وہ جیسے لا جواب ہوئے۔۔۔ چہلے ٹھوٹی کے

لیے وقف ہوئے۔

”تم انتظار نہیں کر سکتے کیا؟“ ”ان کا لہجہ کمزور تھا۔

”اور کتنا بابا۔۔۔؟“

”پسند کرتے ہو اسے پھر بھی؟“

”پسند کرنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ زندگی میں

”کیا تہا دردی محبت میں اتنی طاقت تھی نہ ہوگی بخت  
کراے سنبھال سکو۔۔۔“ وہ ایک نامگ موز کر اور ایک زمین  
پر رکھے صوفے پر بیٹھا تھا۔ اس سونل پر دوست روی سے  
سیدھا ہوا۔ فوری طور پر جواب نہ دے گا۔  
”بحث میری محبت کی تو ہے ہی نہیں بابا۔۔۔ بات  
اس کی مرضی اس کے دل کی مرضی کی ہے۔۔۔ اور میرا

**کافینا ناول**

# بشری امور

**مایه ناز  
ناول نگار**

## حوصلہ شرطِ وفاتِ مہر

### مصنفہ کے قلم کا شاہکار مرقع

## حیات انسانی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت

## مہارت و خوب صورتی سے اجاگر کرتا دلچسپ ناول

بلدیہ پاکیزہ تارین کی بنیادوں کی طرف

ماہنامہ پاکیزہ۔ فروری 2023ء



لے بخت کے تعلقات بڑے کام آئے تھے۔ جن کوک کی دکانوں سے وہ اپنی نور کپڑی کے کھانوں کے لیے سامان خریدتا تھا اس نے انہی کا ٹینٹس سے ادا کو بھی حعارف کروایا تھا۔ سوا سے ویلچہ بنانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔

”تو جناب ہم مارکیٹ۔“

”کیا ہوا؟“ جیسے ہی ادا نے اشارت لیا تارا نے ویلچہ ہاتھ پر رکھ کر ادب سے۔  
”آپنی۔۔۔ یہ کام بعد میں کرتے ہیں پہلے کچھ کھا لیں۔“

”جرا۔۔۔ ہم یہاں۔۔۔“

”ہاں۔۔۔ ہاں معلوم ہے کیا کرنے آئے ہیں، یہ ابھی تو چلیں ہیں کچھ نہیں ہوتا ایک آدھ گھنٹے سے۔“  
”قریبی ایک چھوٹی سی فوڈ شاپ میں دو آئی تھیں۔“  
”ایک دم جہیں یہاں آنے کی کیا سوجھی؟“  
”کری تھیٹ کر ادا بیٹھتے ہوئے بولی۔“

”بتاتی ہوں۔۔۔“ اس کے مقابل کریسی کھینچتے ہوئے تارا نے بھی تھی۔ آرڈر کرنے اور سرو ہونے کے بعد تارا اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

”آپ مجھے نہیں لگ رہی ہیں۔۔۔ میرے خیال میں

جب سے جب سے ہم تیار ہو کے گھر سے ہو کر آئے ہیں۔“  
اس کا منہ کھل جاتا تھا۔ ”کیا۔۔۔ دو گھنٹی ہوئی۔“

”مجھے بتائیں آپنی۔۔۔ اچھوٹی ہوں کچھ کرنے کی

پوزیشن میں نہیں مگر آپ شیئر تو کر سکتی ہیں ناں۔“ تارا

اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ادا نے نظر اٹھا کر اسے

دیکھا۔ اور پھر ذرا سا مسکرا کر تارا کے ہاتھ پر اپنا دوسرا

ہاتھ رکھا۔ تارا نے اس کا ہاتھ پکڑا سا دبا کر چھوڑ دیا۔

”ہاں۔۔۔ میں پریشان ہوں۔“ اس نے آرام

سے اعتراف کیا۔ تارا نے اس کے چہرے پر واضح طور

پر اس پریشانی کی لہر کو ابھرتے دیکھا۔

”کس لیے آپنی۔۔۔؟“

”بخت والے معاش کو لے کر۔“

”کیوں؟“ اور اس نے خبر کر تارا کو دیکھا پھر

پک چکیں، کھانا بھی لگ چکا تھا۔۔۔ بلکہ کھا بھی لیا تھا اور وہ نا حال منہ سے اک تھ نہیں پھوٹ سکی تھی۔ وہ جان چکی تھی کہ اسے اپنے فیصلوں میں ثابت قدم رہنے کے لیے ابھی اور سیکھنا ہوگا۔۔۔ وہ ماں سے بھی براہ راست بات نہیں کر سکتی۔

☆☆☆

”اسلام بیگم۔۔۔ آج کا تارا vlog نہاری کے

معلق ہے کہ کس طرح سے نہاری۔“

”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔“ اس نے ہاتھ کے اشارے

سے تارا کو منع کیا۔

”نہاری کے نہیں۔۔۔ نہاری کے لیے گوشت کیا

ہوا چاہیے اس کے معلق ہے۔۔۔ اسلام بیگم آج کا۔“

اس نے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا۔ اور پھر ادھر سے ادھر

بے چینی سے چکر لگاتے ہوئے لائنز دوہرانے لگی۔ جب

کوئی آرڈر ملتا تو گھر سے لے کر پیکنگ تک کی

ویلچہ وہ بتاتی تھی۔ ساتھ ساتھ vlog کا سلسلہ بھی

شروع کر دیا تھا۔ اس کی ایک دوست کے گھر ناشتے کی

دعوت تھی۔ اس کا آرڈر ملا تھا۔ تارا۔۔۔ پھر سے کرتے

ہیں۔۔۔ ان کاموں میں تارا اس کی بہت مدد کرتی

تھی۔ تارا نے موہا ل آن کیا۔

”ایک منٹ۔۔۔“ اس نے گلے پر ہاتھ رکھ کر

کھٹکھٹا کر کھا صاف کیا۔ دو چار لمبی، لمبی سانسیں لیں۔

”اسلام بیگم۔۔۔ نہیں۔۔۔ ایسے نہیں۔“ اسے سلام ڈرا

دھیما لگا۔

”اسلام بیگم۔۔۔ مسکراتے ہوئے وہ جوش سے بولی۔

اور پھر ساری لائنز دوہرا کر اس نے ادا کے اشارہ

کیا۔ اور اب کی بار وہ جیسا تیساری سکی ریکارڈ کروانے

میں کامیاب ہو گئی تھی۔

”آپنی۔۔۔ یہ پہلے جیسا نہیں ہے۔“ تارا ویلچہ

کو بار بار چا کر دیکھ رہی تھی۔

”اچھا چلو جیسا بھی ہے۔ چلو چلیں۔۔۔ مارکیٹ

بھی جانا ہے۔“ ادا اپنی کالی چادر اٹھاتے ہوئے بولی۔

مبزی، فروٹ، گوشت، مسالا جات ان سب کے

معائنہ ہوا۔۔۔ ضروری 2023

ہونٹ دانتوں کے دہاتے ہوئے نٹھروں کا زوایہ بدلا۔

”میں.....“ اس کا دل ڈوب کر ابھرا۔

”انکار کرنا چاہتی ہوں۔“ اور تارا کا منہ کل گیا۔ وہ اتنی حیران ہوئی کہ کچھ کہہ ہی نہیں سکی تھی۔

”ایسا کیوں کرنا چاہتی ہیں آپ؟ بخت بھائی اتنے اچھے تو ہیں.....“ وہ تڑپ کر بولی۔

”اچھا ہے..... اسی لیے تو۔“ ادا نے بیباک کر کہنی مسلی۔

”تارا میں۔“ اور وہ جو کچھ بولنے جا رہی تھی، اس کی شکل کو دیکھ کر ایک دم رک گئی۔

”تارا..... ہاں..... تارا..... کمال ہے، میں نے پہلے کیوں نہ خیال کیا۔“

”سنو تارا.....“ وہ آگے کو بھکی۔

”میرا انکار تم ایسا ہی کچھ پہنچاؤ گی۔“ اور ایسا کہتے ہوئے اس کی آنکھوں، لہجے اور اظہار میں بیبی بہنوں والا انتہائی رعب تھا۔

”میں.....؟“ تارا بادی۔

”ہاں تم اور اگر تم نے آگے کافی کی اور امی، ابو مجھ سے پوچھنے آگئے تو میں کہہ دوں گی کہ میں نے تارا سے کہا تھا کہ

آپ کو مطلع کر دے۔“ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کرسی کی پشت سے اپنی پشت نکاتے، مسکرا کر بولی۔

”آہی.....“ تارا شاکتہ ہوئی۔

”چلو..... شاہاش ختم کرو یہ۔“ پکار کر کہتے ہوئے اس نے پلیٹ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ مہ تارا کے

چہرے پر تو ہوائیاں اڑی جا رہی تھیں۔

”یہ بیبی سنیں گی ہاں۔“ دورانہت کچکا کر دہائی۔

☆☆☆

سات ماہ آٹھ دن اور دس گھنٹے بعد.....

اس کا انکار مایا، باپ تک پہنچی گیا تھا اور اس وقت اس کی چوٹی چل رہی تھی۔ امی، ابو میں اس کے سامنے

سوٹنے پر بیٹھے تھے۔ اور وہ کرسی کے ہتھوں پر دونوں ہاتھ نکاتے بے حس و حرکت۔ امی کچھ کہہ رہی تھیں۔

کیا..... اس نے کان لگا کر سننا چاہا تو اپنی ہی آواز آئی۔

سات ماہ آٹھ دن اور دس گھنٹے۔

”اور بخت عبدالرحمن! تم نے میری زندگی کو کھما کر

ایسا پلٹا ہے کہ اس نے زوایے پر میرے پاؤں تو ٹھہر گئے ہیں پر دل نہیں ٹھہر رہا۔“ اور وہ ایک دم چونگی،

چونک کر سامنے بیٹھے نفوس کو دیکھا۔ امی نے گھٹا ہلار کر ابو کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہا تھا۔ کیا؟ وہ پھر سے

من نہ پائی اور اب کی بار ایسا لگا کہ بہت سی آوازیں تھیں۔ کھینوں کی جھنجھٹا ہٹ سے مشابہ۔ جیسے اس

کے ارد گرد کا منظر تو تیزی سے بدل رہا ہے مگر وہ یوں ہی کرسی کے ہتھوں پر ڈھٹکے ہاتھوں والے بازو کے گردن

ذرا سی ترچھی کیے ساکت تھی۔ اس کے آگے پیچھے کا دائیں بائیں کا..... اور پچھلے کا منظر جلدی، جلدی بدل رہا

ہو پر وہ وہیں تھی۔ ان دونوں کے منہ تیز تیز چلتے تھے،

ہاتھوں کی حرکت میں بھی تیزی تھی پر وہ اسی پوزیشن میں ساکت تھی جیسے اس کے ارد گرد کی پچھلے قاروڑ ہو رہی ہے

مگر وہ نہیں اور پھر سب، ایک دم بھٹک سے اڑ گیا۔ اس

کی گردن نے آگے کی طرف جھٹکا کھایا..... دماغ میں سانپیں، سانپیں ہونے لگی..... اسے محسوس ہوا جیسے اس

کی کرسی کہیں معلق ہے اسے اسنے بھاری پہننے کھلے رکھنے میں مشکل پیش آئی۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے زمین

آسمان کے درمیان، کرسی پر بیٹھے ہوئے وہ کہیں معلق ہے۔ سامنے تاجہ لگا دون چڑھا، نیلا آسمان نظر آتا تھا

اور دور، دور تک کوئی ذی روح نہ تھا۔ ایک ستارہ تھا۔ گہرا بہت ہی گہرا۔ صیب ستارہ..... ایسے جیسے

کہ پوری کائنات میں وہ اکیلا ہی جانے والی روح ہے اور کوئی نہیں۔ کوئی نہیں۔ وہ اس کرہ ارض پر اکیلا

ہے۔ بالکل اکیلا..... اور پھر ایک دم۔ ”رن..... رن..... رن.....“

رن..... رن..... ”فون بہت دور سے بجا تھا۔ اس آواز نے اس کے جسم کو زبردست جھٹکا لگا تھا۔ اس نے گردن

موز کر آس پاس دیکھا۔ وہاں اب کوئی نہیں تھا۔

”رن.....“ اتنے میں فون کی آواز دوبارہ آئی اور اب عبدالملک کی آگے بھڑکی۔ اس نے سر ہاتھوں پر گرالیا۔

ماہنامہ پاکیزہ۔ فروری 2023ء (93)



ساری کہانی اسی "لڑن" سے ہی تو شروع ہوئی تھی۔

☆☆☆

یہ ایک بڑی سی مسجد کا منظر تھا۔ درونی گیت سے ایک سیدھی پتہ سڑک عمارت تک جاتی تھی۔ سڑک کے دونوں اطراف میں منزہ زار تھے۔ مسجد کی عمارت سرخ لٹینوں سے تعمیر کی گئی تھی۔ (اسکی سرخ کجیے بادشاہی مسجد ہے) عمارت کا اونچا، بڑا سا لکڑی کا دروازہ اس وقت کھلا ہوا تھا۔ دروازے کے باہر دونوں اطراف میں لوہے کے اسٹینڈ پڑے تھے۔ جو جوتوں سے بھر چکے تھے۔ اسی پتہ پر دروازے کی چوکٹ پر بھی بہت سے جوتے اتارے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اندر داخل ہوں تو اونچی چھت والا گولائی لیے ہوئے ایک بڑا ہال تھا۔ اندر گہرا سکوت تھا مگر امام صاحب کی آواز گونجتی۔

"اللہ اکبر۔۔۔!" اور ایک الجھل سی پیدا ہوئی اور پھر سارے سر جھک گئے۔ وہاں جسے کی نماز کا بڑا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ کل رات عبد المالك کو عبد الرازق کا پیغام ملا تھا کہ "عرصہ ہوا شاہ صاحب کا درس سننے سو جوا کھٹے پڑھنے جائیں گے۔" سو وہ دونوں یہاں جمع ہوا کرتے آئے تھے۔ جسے کے خلبے اور نماز کے بعد درس تھا۔ درس سننے کے ساتھ ہی مصر ہو گئی۔ وہ مصر پڑھ کر مسجد سے نکلے تھے۔ ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دونوں ہی بہت خاموش تھے۔

"آؤ۔۔۔ وہاں ذرا بیٹھتے ہیں۔" سبزہ زار میں گئی سگی بیچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عبد الرازق نے کہا۔ دھوپ آسمان کے ٹکڑوں سے نیچے اتر رہی تھی۔

"عبد المالك اب بخت اور ادا والی بات طویل ہی پکڑ گئی ہے۔" وہ چلتے ہوئے بولے۔ "میری تو خود کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سب سے آخر چاہتے کیا ہیں۔"

عبد المالك بھی کچھ سست سے تھے۔ "میرا خیال ہے عبد المالك۔۔۔ یہ بات نہیں بننے والی۔"

گھنٹوں پر ہاتھ رکھ کر۔۔۔ وہ بیچ پر بیٹھتے ہوئے بولے۔ عبد المالك کیا کہتے۔۔۔ ان کی بیٹی نے تو صاف اٹار کر دیا تھا۔ پہلے ان کا مئی چاہا کہ بتا دیں۔۔۔۔۔ پھر بدترگی کے ار سے چپ رہے۔ جو وہ سمجھ رہے تھے۔

ماہنامہ پاکیزہ۔ فروری 2023ء

وہی اسی ٹھیک تھا۔

"آپ بتائیں بھائی جان! کیا کریں؟ سانسے بھا کر بھی پوچھ لیا۔ ادا کی ایک ٹان ہے۔ وقت چاہیے۔۔۔ وقت چاہیے۔ اب کتنا وقت چاہیے؟" وہ زچ نظر آئے۔

"چھوڑ دو اسے۔۔۔ اس کے لیے آسان نہیں ہے یہ۔۔۔ اللہ اس کے حق میں بہتر کرے گا۔۔۔ میں نے تو چاہا تھا کہ ہمارا تعلق مضبوط ہو جائے پر جو رب کو منظور۔۔۔ ولید نے جو کیا میں: حیات معاف نہیں کروں گا اسے۔ میری معصوم بیٹی کی اپنی پیشانی داغ دار کی۔۔۔ حق طلاق دی۔ میرا رب اسے کبھی معاف نہ کرے۔" گلو کیر لکے میں کہتے ہوئے انہوں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی۔

"نہ بھائی جان۔۔۔ نہ۔۔۔ میں نے کبھی۔۔۔ اولاد ہے آپ کی۔۔۔ جو ادا کی قسمت بد دعا نہیں اسے۔۔۔" وہ ایک دم ان کی آنکھیں انگلی والے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بولے تھے۔

دونوں بھائیوں پر چھ لے لم زدوی کیفیت طاری رہی۔ "سوچا تھا کہ کسی غیر نے جو آ کر حکومت کرنی ہے۔ وہی میری اپنی بیٹی، میرا خون کرے گی۔۔۔ پر جو قسمت۔۔۔" ٹھنڈی، ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے۔۔۔

عبد الرازق کا کلام تھا کہ جانا نہیں۔۔۔ "چلیں آئیں۔۔۔ انہیں۔۔۔ حید کے کھوکھے سے چائے پینے ہیں۔ عرصہ ہو گیا اور آئے ہوئے۔۔۔" بازو سے پکڑ کر انہیں اٹھاتے ہوئے عبد المالك نے ان کا دھیان مٹانا چاہا۔ اور پھر وہ دونوں سست روی سے چلتے ہوئے چائے پینے چلے گئے۔ عبد المالك نے اٹھار کیا نہ عبد الرازق نے کچھ کہا۔ جو جیسا تھا۔۔۔ حالات کے دھارے پر پہنے کے واسطے چھوڑ دیا گیا تھا۔

☆☆☆

گھنٹوں پر ہاتھ رکھے، رکوع کی حالت میں بجکے اس کی سانس چڑھی ہوئی تھی سارا چہرہ پیسے میں ترتر تھا۔ ناک کی پھٹنگ سے پیسے کے قطرے فپ، فپ بہتے تھے۔ چہرے کے خدو خال میں غصے اور غم کی جھلک بڑی



کر لوگی۔ میری محبت زندگی کے کسی دن شاید تمہارے دل میں کوئی کنول کھلا دے گی۔ کیا خبر؟ ادا عبد المانک۔ کیا تم کو مجھ میں کوئی ایک ایسی شے بھی نہیں ملتی۔ جو تمہیں۔ تمہارے دل کو میرے ساتھ پر راضی کر سکے؟ تو کیا ہے کہ اگر بخت عبد الرحمن اب کی بار بار خود غرض ہو کر، ہاتھ بڑھا کر زندگی سے کچھ چھین لے؟ وہ اب sand bag پر low kicks مار رہا تھا اور اس خالی کمرے میں وہ آواز کسی دھماکے کی طرح گونجتی تھی۔

”پر پھر کیا میں خود سے نظریہ پاؤں گا؟“ منہ کھول کر گہری، گہری سانس لیتے ہوئے وہ آکڑوں بیٹھا سوچنے لگا۔

”بخت عبد الرحمن۔ تنف ہے تم پر اگر تم ایک عورت کے دل کا احترام نہ کر سکو تو۔“ اب کے وہ گرنے والے انداز میں زمین پر بیٹھا تھا۔ سانس سخت بے ترتیب تھیں۔

”سکھ جاؤ گے۔ سکھ جاؤ گے اس تکی کو چپا بھی سکھ جاؤ گے۔“ گرنے کے سے انداز میں ہی وہ زمین پر بیٹھا تھا۔ ٹی شرٹ اور شارٹس میں لمبوس اس کے دونوں بازو اور ٹانگیں پھیلی ہوئی تھیں۔ سانس دقت سے داخل ہو رہی تھی۔

”زندگی میں ہلکی دھچ ہے کہ بخت عبد الرحمن کے پاس کوئی گھر نہیں ہے، کوئی انداز نہیں ہے، کوئی حساب نہیں ہے، کوئی تعین وقت نہیں ہے، کوئی پلان نہیں ہے اس تنہا معیشت سے نبرد آزما ہونے کے لیے۔“ اس نے سوچا۔

”آف ادا عبد المانک۔ تم نے تو میری ساری میٹھس ہی ہلا دی۔“ محبت کو دیکھتے ہوئے جیسے اس نے خود کا استہزا اڑایا۔

اس نے سامنے دیکھا اور پھر اپنی بند ٹانگیں کو ہاتھ کی پٹیلی میں کچھ زور سے چبھا تھا۔

نہ صرف ہاتھ میں اس کے دل میں بھی کچھ شدت سے چبھا تھا۔ وہ کیا تھا۔

کوئی احساس باپھر۔

محبت۔

(باقی آئندہ)

ماہنامہ پاکیزہ۔ فروری 2023ء (95)

واضح تھی۔ اتنا ٹیش تھا کہ اس کے ہونٹ پڑ پڑاے۔

”haww...auww“ ایک دم سیدھا ہوتے ہوئے۔ اس نے ایک زور دار بیچ sand bag کو مارا تھا۔ اس کے منہ سے شدت سے آواز نکلتی تھی۔ ہر ایک شخص نے طریقے اچھوڑ رکھے ہیں کہ کس طرح سے زندگی کی مشکلات، مصائب اور دکھوں کو جھیلنا ہے۔ بخت عبد الرحمن کے لیے دکھ، مشکلات، مصائب، ایک انزبانی میں بدل جاتی تھی جو اس کی problem solving skills کو بڑھا کر۔ اسے ان تمام مسائل سے نکلنے میں مدد کرتی تھی۔ لیکن اب معاملہ الٹ پڑ گیا تھا۔ یہ ولید کا رویہ نہ تھا۔ جو انہیں ہو جاتا۔ یہ تکی شادی کے ٹکڑے نہ تھے۔ جن سے بچنے کے لیے گھر سے دور رہا جاتا۔ یہ خاندان والوں کی سرد مہری نہ تھی۔ جو جواب میں وہ بھی سرد مہری دکھا دیتا۔ یہ اس کی اسٹڈی کا کوئی سسٹم نہیں تھا جو فریز کر دیا جاتا۔ یہ اس کی بزنس بڑھانے کرنے کی کوئی کوشش نہ تھی جو بار آور ثابت نہ ہوتی تو پھر کر لی جاتی۔ یہ ادا عبد المانک تھی۔ یہ اس کی محبت تھی۔

اس نے بے درپے وار sand bag پر کیے۔

”کیا ہے جو میں اسے اسے مانگ لوں؟ کیا ہو کر میں یہ اٹھا کر دوں۔“ کدا عبد المانک میں نے تمہیں ہمیشہ سے چاہا تھا۔ پر حالات میرے حق میں نہ ہو سکے۔

sand bag جس پر باکسنگ سیکھنے والے پریکٹس کرتے ہیں۔ شدید قوت نکلنے سے پیچھے ہٹ گیا اور پھر واپس اسی رفتار سے آیا۔ بخت نے دونوں بازوؤں میں قہام کر اسے روکا۔ حالت توازن میں لایا۔ اور اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ punch لگائے تھے۔

”اور حالات تو میرے حق میں بھی ہوئے ہی نہیں۔ تو کیا کروں۔؟ کہہ دوں تم سے؟ دوستی کا جواں مانگ لوں؟ کیا ہو جائے گا۔ ذرا سی نا پسندیدہ زندگی ہی ہوگی ناں تمہارے لیے۔ ایڈجسٹ کر لوگی تم۔ مجھے معلوم ہے۔ گزرا ہوا ہو جائے گا۔ سمجھو نا